The Clash of Civilizations and the Writer as a Cultural Ambassador

تہذیبی تصادم اور ادیب بطور سفیرِ ثقافت

Dr Samina Gull *[1]
Chairperson, Department of Urdu, University of Lahore, Sargodha Campus.
Shafqat Hassain *[2]
M.Phil Scholar, Department of Urdu ,University of Lahore, Sargodha Campus

[1]☆**ڈاکٹر ثمینہ گل**

صدر شعبہ اردو، یونی ورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

[2]☆**شفقت حسین**

ایم فل سکالر، شعبہ اردو یونی ورسٹی آف لاہور، سرگودھا کیمپس

Correspondance:samina.shamshad@sgd.uol.edu.pk

eISSN:**3005-3757**
pISSN: **3005-3765**

Received: 24-07-2026
Accepted:24-09-2026
Online:25-09-2026

Copyright:© 2026 by the authors. This is an access-openarticle distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

ABSTRACT: The history of mankind is, in fact, the history of various civilizations. Some civilizations appear as different links in the same chain, such as those of the Indian subcontinent, which emerged as distinct and unique entities, rose and declined, and left their mark. Life and nature continue along their own paths, while truth and falsehood confront each other face to face. All philosophies, ideologies, and logics are nurtured by the human temperament. The principles established to live life become a philosophy of existence. Civilizations are shaped by regional climate, weather, and beliefs. The culture of one region is formed through similarities and differences with another. Shared values give birth to cultural heritage. The foundation of any civilization lies in the essential factors tied to human existence, under which life is lived. Social behaviors and trends arising from collective inclinations become part of belief systems. Since ancient times, the individual has preferred community .In the modern era, globalization has molded all civilizations into a

blended form. Today, civilizations have fragmented, and modern technology has strung together the problems of human society into a single thread. Dreams have become alike for all people. The rise of materialism has taken away the dreaming eye and placed everyone in the same line. Now, distinctions remain only at the regional level. The contemporary writer or poet expresses the social issues and communal life of their age and region, where neither linguistic change nor religious influence dominates their creation. The modern creator, with a broadened vision, engages with new worlds through the use of technology. All this is the outcome of civilizational conflict, where oppression and exploitation can summon the collective human force in a moment. Similarly, in the use of modern technology, all individuals appear as a trained nation. In the writer's view, there now exists the ability to examine the regional, civilizational, cultural, and linguistic transformations of the East, West, and Middle East

KEYWORDS: Clash of Civilization, historical consciousness, Islamic history, Muslim civilization, Cultural Ambassador , cultural identity, colonialism, civilizational revival

طوفانِ نوح کے بعد انسانی آبادی ان کے تین بیٹوں کی بدولت ہوئی۔ جو طوفان نوح کے بعد تین خطوں میں پہنچ گئے تھے۔ حام کی نسل نے مصر اور افریقہ کو آباد کیا تھا۔ سام کی نسل نے روم اور مشرقِ وسطیٰ میں انسانی آبادکاری کی۔ جن کہ یافث کی نسل یورپ اور دیگر خطوں میں جا بسی۔ اس طرح یہ انسانی ہجوم مختلف نسلوں اور قوموں کا مجموعہ بنا۔ یہی انسانی ہجوم جب شعور و آگہی کے راستوں پر گامزن ہوا تو رہنے سہنے کے طریقے اور ان کے اصول بنانے لگا۔

انسانی خدوخال اور مزاج وقت کے ساتھ ساتھ ان کے جغرافیائی ماحول کے مطابق بدلتے رہتے ہیں۔ مثال کے طور پر افریقہ اور آسٹریلیا کے باشندے ایک جیسے دکھائی دیتے ہیں۔ جب کہ برصغیر اور یورپ کے لوگوں میں نسل در نسل تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ دیائے نیل، دریائے کانگو کے کنارے بسنے والے اپنی ثقافت ، رقص اور موسیقی کے ذریعے

دوسروں سے مختلف ہیں۔ ہر ایک قدیم قوم جس نے صفحہ ہستی پہ قدم رکھا وہ نام کی خاصیت کو اپنے ساتھ لائی۔ ایرانی اور ہندوستانی گو الگ الگ ممالک میں رہتے ہیں لیکن دونوں آریہ نسل سے پہچان کراتے ہیں آریہ کے معنی قدیم زبان میں نیک کے ہیں منگول نسل تورانی نسل سے بھی زیادہ پرانی ہے۔ وہ خود کو بربر یا بار بار کہتے تھے۔ بربر کے معنی وحشت کے ہیں۔ زمین پر مہذب باشندے صرف تین نسلوں سے ہیں۔ پہلی قوم منگول جسے یورپین تورانی کہتے ہیں چین میں اس کے قدیمی جاہ و جلال کے نقشِ قدم ہیں بعد ازاں قوم سامی جو روم و مصر میں ظہور ہوئی۔ توریت کے مطابق یہ حام بن نوح کی اولاد ہیں مگر یہ سام سے زیادہ مشابہت رکھتے ہیں آخر میں آریہ نے ایران اور ہندوستان کو اپنا مسکن چنا۔ مورخین کے مطابق سامی قوم نے سب سے پہلے تہذیب کی بنیاد ڈالی

> "انسان کی تاریخ دراصل مختلف تہذیبوں کی تاریخ ہے کچھ تہذیبیں ایک ہی سلسلے کی مختلف کڑیوں کی حیثیت رکھتی ہیں جیسے کہ برصغیر کی تہذیبیں جو مخصوص اور ممتاز اکائیوں کی حیثیت سے آئیں۔ اور عروج و زوال سے گزریں اور اپنے اثرات چھوڑ گئیں برصغیر کے تہذیبی سلسلے کی نشو نما میں ایک تسلسل نظر آتا ہے یعنی ایک تہذیبی نمونہ زوال پذیر ہوتا ہے تو دوسرے کو اپنا جانشین بنا جاتا ہے برصغیر کے سارے تہذیبی نمونے طویل سلسلے ہی کی کڑیاں ہیں۔"(1)

زندگی اور فطرت اپنی اپنی راہوں پہ چلتی جاتی ہے حق اور باطل کے سامنے زندگی ایک دوسرے کے آمنے سامنے آجاتی ہے۔ زندگی کے تمام فلسفے، نظریات اور منطق انسانی مزاج سے پرورش پاتے ہیں۔ ایسے خطوط جن کو زندگی گزارنے کے لیے استوار کا جائے وہ نظریہ زندگی بن جاتے ہیں۔ تہذیبوں کا تعین علاقائی آب و ہوا، موسم اور عقائد طے کرتے ہیں ایک علاقے کی ثقافت دوسرے علاقے کی ثقافت کے ساتھ اشتراکات و افتراقات سے تشکیل پاتی ہے۔ مشترک اقدار تہذیبی ورثے کو جنم دیتی ہیں۔ کسی بھی تہذیب کی اساس انسانی وجود سے جڑے وہ تمام بنیادی عوامل ہیں جن کے تحت وہ زندگی گزارتا ہے۔ معاشرتی رویے، سماجی میلان سے پنپنے والے رجحانات کو اپنے عقائد کا حصہ بنالیتے ہیں زمانہ قدیم سے ہی فرد نے اجتماعیت کو ترجیح دی۔

> "انسان اپنی بقا اور افزائش نسل میں کامیاب اس لیے ہوا کہ اس نے اپنی بود و باش کے ساز و سامان کو ہمیشہ ترقی دی۔ یوں وہ ماحول سے پیدا ہونے والے مسائل سے بنرد آزما ہونے میں کامیاب ہوا۔ اس ساز و سامان کی ترقی اور ماحول کے مسائل پر قابو پانے کی تاریخ فی الحقیقت انسانی تہذیب کے ارتقا

> کی تاریخ ہے۔ قدرت نے انسان کو بولنے کی صلاحیت دی تاکہ وہ اپنے تجربات اگلی نسل تک منتقل کر سکے۔ اس کے بچے کو اتنا کمزور بنایا کہ وہ کئی سالوں تک ماں باپ کی پرورش کا محتاج رہا۔ یوں انسان کی اجتماعی زندگی اور باہمی محبت کے لیے ہموار ہوئی۔ اس طرح قدرت نے انسانی تہذیب کے ارتقا کا خود ہی بندوبست کیا۔"(۲)

یہی انسان جب گروہوں اور قبیلوں میں بٹا تو برادری نظام مضبوط ہوا۔ گروہوں اور قبیلوں کے میل ملاپ سے ثقافتیں ایک دوسرے سے روشناس ہوئیں اور ایک دوسرے میں تبدیل ہوئیں۔ زندگی گزارنے کے الگ الگ زاویے سامنے آئے۔ اس کے لیے چار عناصر نے اہم کردار ادا کیا۔

۱: زبان ۲: لین دین اور تجارت ۳: سفر اور ۴: تخیل سوچ و فکر (ادب) ادب نے کسی بھی حد بندی کو قبول نہیں کرتا تاہم اپنے دامن میں اس علاقے کی ثقافت تہذیب کی خوشبو سے معطر ضرور کرتا ہے۔ انسانی تجربے کا اظہار کا دائرہ جتنا چاہے وسیع ہو جائے تاریخ اور تہذیب سے الگ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ادیب ہی اپنے عہد کا واحد چشم دید گواہ ہے جسے وہ اپنے اظہاریے کا موضوع بناتا ہے۔ ادب میں اظہارِ تخیل کے لیے دو متوازی راستوں پہ چلنا پڑتا ہے ایک شاعری اور افسانوی اصناف۔ بلاشبہ رقص موسیقی، مصوری اور ڈیجیٹل دور کی ایجادات نے بھی تخیل کے اظہار کو نئے انداز نظر دیئے اور تقویت بخشی۔

واقعیاتی واردات داستان کے بعد ناول میں سماجی، سیاسی، معاشرتی، نفسیاتی اور تاریخی بصیرت کو اجاگر کرتی ہے۔ ناول کو واقعات اور انسانی تجربوں کے ایک پورے دائرے میں مرکزی نقطے کی حیثیت حاصل ہے۔ افسانہ اکائی کی صورت میں سماج کے فرد کے ساتھ مکالمہ پیش کرتا ہے اور شاعری سماج کے تہذیبی اور ثقافتی ورثے کی امین بن جاتی ہے۔ وادیِ سندھ کی قدیم تہذیب دیکھنی ہو تو مستنصر حسین تارڑ کے ناول بہاو کے ساتھ بہتی دکھائی دے گی۔ اس ناول میں وادی سندھ کی قدیم بازیافت دیکھنے کو ملتی ہے۔ دریا سے انسانی رشتہ اور پانی کی مرکزیت سے دریا کنارے بسنے والوں کی زندگی نمایاں ہوتی ہے۔

> "جہاں رکھ ختم ہوتے تھے وہیں سے ڈبو مٹی کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ انجان چلنے والا تو اس میں ڈوب سکتا تھا اوپر سے ایسے تھی جیسے عام مٹی ہو اس پہ چھوٹی چھوٹی گھاس اُگی ہو اور کہیں کہیں سرکنڈے دھامن اور کھبل دکھائی دیتے ہوں اسے ہڑپ کرنے والی مٹی بھی بولتے تھے کیونکہ جنور یا بندہ جو

بھی ادھر آیا اسے اسنے اپنے اندر ایسے گُم کیا کہ باہر کوئی نشان نہ ملتا کہاں دھر
کوئی تھا کہ نہیں ''(۳)

بہاو اس خطے کے علاقائی ثقافتی، تہذیبی ورثے کو تاریخ کی دھند سے نکال کر قاری کے سامنے اس طرح لایا گیا ہے کہ یوں محسوس ہوتا کہ یہ چلتے پھرتے کردار، اپنی زندگی کو موجودہ وقت میں گزارتے نظر آتے ہیں۔ زندگی کے حالات و تبدیلی کا تسلسل، واقعات کو بیان کرتا ہوا پوری شدت سے محسوس ہوتا ہے

ناول جندر اختر رضا سلیمی میں پھوٹوہاری اور پہاڑی معاشرت کی مٹی کی خوشبو محسوس کی جاسکتی ہے۔ اس ناول میں ٹیکسلا ہری پور ہزارہ علمی منظر نامہ بھی سامنے آتا ہے جہاں چھٹی صدی قبل مسیح ایک یونی ورسٹی کے قیام کا ذکر ہے جہاں دور دراز سے حصول علم کے لیے یہاں اپنی پیاس بجھانے تشنگان علم و فضل آتے تھے۔ یہ علاقہ ایک پہاڑی علاقے میں ہے اسلیے راستے کی ناہمواریاں اسعلاقے کی پہچان بن کر سامنے آتی ہیں اختر رضا سلیمی کا یہ ناول مٹتی ہوئی تہذیب کا نوحہ ہے۔ جندر بنیادی طور ہر پانی سے چلنے والی آٹا پیسنے والی چکی ہے۔ جو وقت کی رفتار کے ساتھ جدید ٹیکنالوجی میں تبدیل ہوئی۔

حنا جمشید نے ہزاروں سال پرانی ہڑپائی تہذیب کو موضوع بنایا ہے. یہاں کے پھول چادریں، منکے ہاتھی دانت مورتیاں، ہار سرما، ابرق کانسی، تانبے اینٹیں، معبد پروہت، مٹی کے گھگھو گھوڑے، آوے، بیل شیر مچھلی، مقدس گیت رقص، گینڈے مہریں ہر ایک شے کو ناول میں بیان کیا ہے یہاں کے باشندے کتنے مہذب تھے، اور یہ تہذیب امن گہوارہ تھی، جو ہر باہر سے آنے والے کے لیے اپنا سینہ کشادہ رکھتی تھی دنیا بھر سے بابل، نینوا، مصر چین، روم، یونان، سے تاجر یہاں آتے تھے مال خریدتے اور اپنا مال بیچتے تھے ایک ادیب ثقافت کا سفیر اس وقت بن جاتا ہے جب ایک تہذیب کا دوسری تہذیب کے ساتھ تصادم ہو یہ تصادم جنگوں کی صورت میں، فتوحات کی شکل میں ایک نظام کو دوسرے نظام زندگی کے ساتھ تبدیل کیا۔ ناول کے بعد دوسری اصناف جو تہذیب کو محفوظ کرنے اور ایک تہذیب سے دوری تک منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کیا وہ شاعری ہے

برصغیر کی مشرقی تہذیب و ثقافت میں آغاز سے ہی رنگا رنگی تھی۔ ہندو مت اسلام، بدھ مت اور سکھ چار بڑی نظریاتی اختلافات کے ساتھ قومیں آباد تھیں۔ چاروں قوموں کے رہن سہن لباس اور عقائد میں نمایاں فرق موجود تھا مگر ایک ادیب اور شاعر نے سے اختلافات کے باوجود ادیب اور شاعر نے مجموعی طور پر سفارت کاری کی۔ امیر خسرو، قلی قطب شاہ ، نظیر اکبر آبادی نے تمام مذہبی تعصب کو پس پشت ڈال کر لسانی اور ثقافتی منظر کو موضوع بنایا۔ ماضی میں برصغیر کی زمین پہ جب عرب وارد ہوئے تو تہذیبی ولسانی تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ایسے میں امیر خسرو نے کہہ مکرنیاں، لوریاں اور جھولے جیسی نظمیں لکھیں اور ملا وجہی نے سب رس میں ہند کی تہذیبی و ثقافتی ورثے کو محفوظ کیا۔ پھر جب اس سرزمین پہ ترک اور منگولوں نے حملے کیے تو یہاں کی زبان فارسی کو عروج ملا۔ رومی، جامی فردوسی، عمر خیام نے فارسی زبان کے ساتھ ہند کی

بدلتی ہوئی ثقافت اور تہذیب کے نمائندہ بنے۔۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے بعد تہذیبی و ثقافتی اور لسانی تغیر بھی پوری طرح اثر انداز ہوا۔ تو سر سید احمد خان، شبلی، ڈپٹی نذیر احمد حالی اس عہد کے سفیر بنے۔ ہندوستان میں چاروں قوموں پر انگریزی تمدن کے گہرے اثرات مرتب ہوئے۔ اس کے علاوہ تہذیبی تصادم میں اشیائے ضروریاتِ زندگی نے اہم کردار ادا کیا۔ عصر حاضر میں گلوبلائزین نے تمام تہذیبوں کو امتزاجی حیثت میں ڈھال دیا۔ کیونکہ عہد حاضر میں تمام تہذیبیں ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہیں جدید ٹیکنالوجی نے انسانی معاشرت کے مسائل کو ایک لڑی میں پرو دیا ہے ۔ تمام انسانوں کے خواب ایک جیسے ہو گئے ہیں۔ مادیت کے فروغ نے خوابوں والی آنکھ چھین لی اور سب کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ اب تخصیص صرف علاقائی حد تک محدود رہ گئی ہے۔ آج کا ادیب شاعر اپنے عہد اور اپنے علاقے کے سماجی مسائل ، معاشرتی حیات بیان تو کرتا ہے جہاں اس کی تخلیق پر نہ تو لسانی تبدیلی اثر انداز ہو رہی ہے اور نہ ہی مذہبی ۔ عہد حاضر کا تخلیق کار اپنے دامن میں وسعت نظر رکھتے ہوئے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال سے خود کو نئے جہانوں کا راہی بنانے میں مصروف ہے۔ اور یہ سب اسی تہذیبی تصادم کی مرہون منت ہے۔ کہ جبر و استحصال کے لیے ایک منٹ میں پوری انسانی قوت سامنے آجاتی ہے۔ اسی طرح کسی بھی جدید ٹیکنالوجی کے استعمال میں تمام افراد ایک تربیت یافتہ قوم کی شکل میں نمایاں ہو جاتے ہیں ادیب کی نظر میں اب مشرقی و مغربی مشرقِ وسطیٰ کی تمام علاقائی، تہذیبی و ثقافتی اور لسانی تبدیلیوں کو پرکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔

حوالہ جات

۱۔ برصغیر کی تہذیب اور اردو فکشن، مقالہ پی ایچ ڈی از سمعیہ گُل، وفاقی اردو یونی ورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۱۷: ص نمبر ۱۱۳

۲۔ تاریخ تہذیب انسانی، صاحبزادہ عبدالرسول، جلد اول، یونی ورسٹی آف سرگودھا، جون ۲۰۰۸، ص پیش لفظ ج

۳۔ بہاو، مستنصر حسین تارڑ، لاہور: سنگ میل پبلیکشنز، ۱۹۹۲، ص:76

References:

1. Bar-e-Sagheer ki Tehzeeb aur Urdu Fiction, PhD Dissertation, Samia Gul, Federal Urdu University, Islamabad, 2017, p. 113.
2. Sahibzada Abdul Rasool, Tareekh-e-Tehzeeb-e-Insani, Jild Awwal, University of Sargodha, June 2008, p. “Pesh Lafz,” j.
3. Mustansar Husain Tarar, Bahao, Lahore: Sang-e-Meel Publications, 1992, p. 76.